خطبہ جمعہ

انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے

تکبر نہ کرو کہ کبریائی خدا کے لئے مسلّم ہے۔ تواضع سے پیش آؤ کہ تواضع خدا کو پیاری ہے

(آیات قرآنی، احادیث نبویہ اور ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کی صفت اَلْکَبِیْر اور اَکْبَر کا تذکرہ)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۰ ؍مئی ۲۰۰۲ء بمطابق ۱۰ ؍ہجرت ۱۳۸۱ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

گزشتہ دو خطبوں میں جو مضمون جاری تھا صفات "اَلْکَبِیْر" اور "اَکْبَر"، وہی اس خطبہ میں بھی بیان کیا جائے گا۔ اور یہ اس کی آخری قسط ہے۔

الکبیرُ فِی صفۃ اللّٰہِ تعالیٰ : العَظیمُ الجلیلُ المُتَکبِّرُ الذی تکبّر عَنْ ظُلْمِ عِبَادِہٖ. الکبیر اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے یعنی عظیم، بلند شان، متکبر جو اپنے بندوں پر ظلم کرنے سے بالاتر ہے۔ وَالْکِبْرِیَاءُ عَظَمَۃُ اللّٰہُ: الکبریاء کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کی عظمت۔ اَلْکَبِیْرُ عَکْسُ الصَّغِیْرِ: کبیر کا لفظ صغیر کی ضد ہے۔

اَکْبَر اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے۔ یہ کَبِیْر سے اسم تفضیل ہے۔ "تاج العروس" میں لکھا ہے: کَبَّرَ کا مطلب ہے اس نے اَللّٰہُ اَکْبَر کہا۔

علّامہ اَزْہَری کہتے ہیں کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کے بارہ میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کا مطلب ہے: اَللّٰہُ کَبِیْر۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے: ﴿ھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْہِ﴾۔ یہاں اَھْوَنُ عَلَیْہِ سے مراد ھَیِّنٌ عَلَیْہِ ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَر کے بعد ایک لفظ محذوف ہے اور اصل جملہ یوں ہے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرٍ۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہر بڑے سے بڑا ہے۔

"لسان العرب" والے کہتے ہیں کہ: اَللّٰہُ اَکْبَر کے متعلق کہا گیا ہے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ مِنْ کُلِّ شَیءٍ. اَیْ اَعْظَمُ. یعنی اللہ ہر چیز سے بڑا اور سب سے عظیم ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے کہ اللہ اس بات سے بالا ہے کہ کوئی اس کی کبریائی اور عظمت کی کُنہ کو پا سکے۔

سورۃ النساء کی آیت ہے: ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰہُ بَعْضَھُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِھِمْ . فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَیْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰہُ . وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَھُنَّ فَعِظُوْھُنَّ وَاھْجُرُوْھُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْھُنَّ . فَاِنْ اَطَعْنَکُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْھِنَّ سَبِیْلًا. اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیًّا کَبِیْرًا﴾ (سورۃ النساء:۳۵)

مرد عورتوں پر نگران ہیں اس فضیلت کی وجہ سے جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر بخشی ہے۔ اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے اموال (ان پر) خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار اور غیب میں بھی ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت کی اللہ نے تاکید کی ہے۔ اور وہ عورتیں جن سے تمہیں باغیانہ رویے کا خوف ہو تو ان کو (پہلے تو) نصیحت کرو، پھر ان کو بستروں میں الگ چھوڑ دو اور پھر (عند الضرورت) انہیں بدنی سزا بھی دو۔ پس اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو پھر ان کے خلاف کوئی حجت تلاش نہ کرو۔ یقیناً اللہ بہت بلند (اور) بہت بڑا ہے۔

پھر سورۃ الرعد کی آیات ۹ تا ۱۰ ہیں: ﴿اَللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ کُلُّ اُنْثٰی وَمَا تَغِیْضُ الْاَرْحَامُ وَمَاتَزْدَادُ. وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ. عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْکَبِیْرُ الْمُتَعَالِ﴾۔

اللہ جانتا ہے جو ہر مادہ (بطور حمل) اٹھاتی ہے اور (اُسے بھی) جو رِحم کم کرتے ہیں اور جو وہ بڑھاتے ہیں۔ اور ہر چیز اس کے ہاں ایک خاص اندازے کے مطابق ہوتی ہے۔ وہ غیب اور حاضر کا جاننے والا ہے۔ بہت بڑا (اور) بہت رفیع الشان ہے۔

پھر سورۃ بنی اسرائیل کی آیات ۴۳۔۴۴: ﴿قُلْ لَّوْکَانَ مَعَہٗٓ اٰلِھَۃٌ کَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّا ابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا. سُبْحٰنَہٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا﴾۔ تُو کہہ دے کہ اگر اُس کے ساتھ کچھ اور معبود ہوتے جیسا یہ کہتے ہیں تو وہ بھی ضرور صاحبِ عرش تک پہنچنے کی راہ بڑی خواہش سے ڈھونڈتے۔ پاک ہے وہ اور بہت بلند ہے ان باتوں سے جو وہ کہتے ہیں۔

سورۃ الحج کی آیت ۶۳: ﴿ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَالْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ ھُوَالْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَالْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ﴾۔ یہ اسی طرح ہے کیونکہ اللہ ہی حق ہے اور جسے وہ اس کے سوا پکارتے ہیں وہی باطل ہے اور یقیناً اللہ ہی بہت بلند شان (اور) بہت بڑا ہے۔

پھر سورۃ لقمان کی آیات ۳۰۔۳۱: ﴿اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ . کُلٌّ یَّجْرِیْ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ. ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَا لْحَقُّ وَاَنَّ مَا یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ الْبَاطِلُ . وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَا لْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ﴾۔ کیا تُو نے غور نہیں کیا کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اس نے چاند اور سورج کو مسخر کر دیا ہے۔ ہر ایک اپنی مقررہ مدت کی طرف رواں دواں ہے۔ اور (یاد رکھو) کہ اللہ اس سے جو کچھ تم کرتے ہو ہمیشہ باخبر رہتا ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ یقیناً اللہ ہی ہے جو حق ہے اور جسے وہ اُس کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اللہ ہی بہت بلند شان (اور) بڑا ہے۔

پھر سورۃ سبا کی آیت ۲۴: ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَۃُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَہٗ . حَتّٰٓی اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِھِمْ قَالُوْا مَا ذَا قَالَ رَبُّکُمْ . قَالُوا الْحَقَّ . وَھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ﴾۔ اور اُس کے حضور (کسی کے حق میں) شفاعت کام نہیں آئے گی سوائے اُس کے جس کے حق میں اُس نے اجازت دی ہو۔ یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور کر دی جائے گی تو وہ (اپنی شفاعت کرنے والوں سے) پوچھیں گے (ابھی) تمہارے ربّ نے کیا کہا تھا؟ وہ کہیں گے حق (کہا تھا) اور وہ بہت بلند شان والا (اور) بہت بڑا ہے۔

سورۃ المومن کی آیات ۱۲۔۱۳: ﴿قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَھَلْ اِلٰی خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِیْلٍ . ذٰلِکُمْ بِاَنَّہٗٓ اِذَا دُعِیَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ کَفَرْتُمْ . وَاِنْ یُّشْرَکْ بِہٖ تُؤْمِنُوْا. فَالْحُکْمُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْکَبِیْرِ﴾۔ وہ کہیں گے اے ہمارے ربّ! تُو نے ہمیں دو دفعہ موت دی اور دو ہی دفعہ زندگی بخشی۔ پس ہم اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔ تو کیا (اس سے بچ) نکلنے کی کوئی راہ ہے؟ تمہارا یہ حال اس لئے ہے کہ جب بھی اکیلے اللہ کو پکارا جاتا تھا تم اس کا انکار کر دیتے تھے اور اگر اس کا شریک ٹھہرایا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے۔ پس فیصلہ کا اختیار اللہ ہی کو ہے جو بہت بلند (اور) بہت بڑا ہے۔

حضرت عیاض بن حمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضور ﷺ نے ہم سے خطاب فرمایا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی ہے کہ انکساری اختیار کرو اس حد تک کہ تم میں سے کوئی کسی پر فخر نہ کرے۔ (سنن ابن ماجه، كتاب الزهد، باب البراءة من الكبر والتواضع)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ایک اونٹنی کا نام عضباء تھا۔ وہ کسی کو آگے نہیں بڑھنے دیتی تھی۔ دوڑ میں سب سے آگے رہتی۔ ایک دفعہ ایک دیہاتی نوجوان آیا۔ اس کی اونٹنی دوڑ میں سب سے آگے نکل گئی۔ مسلمانوں کو اس کا بہت افسوس ہوا کہ ایک

دیہاتی کی اونٹنی آنحضرت ﷺ کی اونٹنی سے آگے بڑھ گئی۔ حضور اکرم ﷺ نے لوگوں کے افسوس کو بھانپ کر فرمایا: اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ دنیا میں جو بلند ہوتا ہے بالآخر اللہ تعالیٰ اس کے غرور کو توڑنے کے لئے اسے نیچا دکھاتا ہے۔(بخاری۔ کتاب الجھاد۔ باب ناقۃ النبی ﷺ)

اب آنحضرت ﷺ کو غرور تو کوئی نہیں تھا مگر یہ آپ کی انکساری ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میرا جو خیال تھا کہ میری اونٹنی سب سے آگے ہے خدا نیاس کو بھی نیچا دکھادیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کے نہیں، لوگوں کے تکبر اس طرح ٹوٹتے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے بیت اللہ کا طواف اُونٹ پر کیا۔ جب بھی آپ رُکنِ (یمانی) کے پاس آتے تو آپؐ کے ہاتھ میں جو چیز تھی اس کے ساتھ آپ رُکن کی طرف اشارہ کرتے اور فرماتے: "اَللّٰہُ اکبر"۔

(بخاری کتاب الحج۔ باب التکبیر عندالرکن)

ترمذی کتاب الاضاحی۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے نبی ﷺ کے ساتھ عیدگاہ میں عیدالاضحیٰ ادا کی۔ جب آپؐ خطبہ دے چکے تو آپؐ منبر سے نیچے تشریف لائے۔ پھر ایک دُنبہ لایا گیا۔ اس دُنبے کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے ذبح کیا اور ذبح کرتے وقت یہ الفاظ کہے: "بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ هٰذَا عَنِّىْ وَ عَمَّنْ لَّمْ يُضَحِّ مِنْ اُمَّتِىْ" یعنی اللہ کے نام کے ساتھ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔ یہ قربانی میری طرف سے اور میری اُمّت کے ہر اُس شخص کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ پس یہ قیامت تک کے لئے آنحضرت ﷺ کا احسان سب ان لوگوں پر ہے جو قربانی نہیں کر سکتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم آنحضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ ہم جب بھی کسی بلندی پر چڑھتے اور "لَا اِلٰه اِلَّا اللّٰهُ اور اَللّٰهُ اَكْبَر" کہتے تو ہماری آوازیں بلند ہو جاتیں۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! اپنے آپ کو قابو میں رکھو کیونکہ تم بہرے اور غائب کو نہیں پکارتے۔ یقیناً وہ (خدا) تمہارے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً سَمِیع اور قریب ہے، اس کا نام برکت والا ہے اور وہ بلند شان والا ہے۔

(بخاری۔ کتاب الجھاد۔ باب مایُکْرَہُ مِنْ رَفْعِ الصَّوتِ فی التکبیر)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے صبح کے وقت خیبر کے علاقے پر حملہ کیا۔ اُس وقت اہلِ خیبر اپنی کسیاں اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے باہر نکل چکے تھے۔ پس جب انہوں نے آنحضور ﷺ کو دیکھا تو انہوں نے کہا: یہ تو محمد اور اس کا لشکر ہے۔ (یہ الفاظ کہتے ہوئے) وہ قلعے میں پناہ گزین ہوگئے۔ اس پر آنحضور ﷺ نے اپنے دستِ مبارک بلند کرتے ہوئے فرمایا: "اَللّٰهُ اکبر، خَرِبَتْ خَيْبَرُ"۔ کہ اللہ سب سے بڑا ہے، خیبر فتح ہوگیا۔ ہم یقیناً جب کسی قوم کے علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو جن جو انذار کیا جاچکا ہو ان کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔

(بخاری۔ کتاب الجھاد۔ باب التکبیر عندالحرب)

علامہ فخرالدین رازیؔ سورۃ النساء کی آیت ﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ۔ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ ۔ وَالّٰتِىْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِى الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ ۔ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ (النساء: ۳۵) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ ارشادِ الٰہی ﴿اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا﴾ میں جس عُلوّ کا ذکر ہے وہ جہت کے لحاظ سے عُلوّ نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی کبریائی جسم کے لحاظ سے کبریائی نہیں ہے بلکہ وہ اپنی کمال قدرت کے لحاظ سے اور اپنی مشیت کو تمام ممکنات میں نافذ کرنے کے لحاظ سے عَلِیّ اور کَبِیْر ہے۔ اور اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے اپنی ان دو صفتوں کا ذکر بڑے احسن انداز میں بیان فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس انداز بیان کی درج ذیل وجوہات ہیں:۔

(۱) اس جگہ اس صفت کے لانے کا مقصود خاوندوں کو عورتوں پر ظلم کرنے سے ڈرانا ہے اور مراد یہ ہے کہ اگر وہ تمہارے ظلم سے بچنے کے لحاظ سے کمزور ہیں اور تم سے انصاف حاصل کرنے کے لحاظ سے عاجز ہیں مگر اللہ سبحانہٗ تعالیٰ تو غالب ہے، قَاهِرْ ہے اور کَبِیْر ہے۔ اور اس بات پر قادر ہے کہ وہ تم سے ان عورتوں کے حق میں انصاف کروائے اور تم سے ان کا پورا پورا حق دلوائے۔ پس تمہارا ان سے طاقتور ہونا اور درجہ میں بڑا ہونا تمہیں غفلت میں نہ ڈالے۔

(۲) جب وہ تمہاری اطاعت کر رہی ہوں تو اپنے طاقتور ہونے کی وجہ سے تم ان پر ظلم نہ کرو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تم سے بہت بلند شان والا ہے۔ اور ہر ایک چیز سے بڑا ہے اور وہ اس چیز سے بالا ہے کہ وہ کسی کو مکلّف کرے مگر حق کے ساتھ۔

(۳) اللہ تعالیٰ اپنے عُلوّ مرتبت اور کبریائی کے باوجود تمہیں صرف اُنہیں معاملات میں مکلّف کرتا ہے جن کی تم طاقت رکھتے ہو۔ پس اسی طرح تم بھی ان عورتوں کو اپنی محبت پر مجبور نہ کرو کیونکہ وہ اس کی قدرت نہیں رکھتیں۔

یعنی محبت تو انسان کے اختیار میں نہیں ہے اس لئے عورتوں کو مجبور کرنا کہ وہ اس سے محبت کریں یہ زبردستی ہے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا۔ محبت تو دل کا معاملہ ہے۔

(۴) اللہ تعالیٰ عُلوّ مرتبت اور کبریائی کے باوجود کسی گناہگار کا جب وہ توبہ کرلیتا ہے مواخذہ نہیں کرتا بلکہ اسے بخش دیتا ہے۔ پس جب کوئی عورت اپنی نافرمانی سے باز آجاتی ہے تو تم اس چیز کے زیادہ اہل ہو کہ تم اس کی توبہ کو تسلیم کرو اور اسے تکلیف دینا چھوڑ دو۔

(۵) اللہ تعالیٰ نے عُلوّ مرتبت اور کبریائی کے باوجود بندے کے معاملہ میں ظاہر معاملات کو کافی جانا ہے اور اس کے پردے چاک نہیں کئے۔ پس تمہیں بھی چاہئے کہ عورت کی ظاہری حالت پر اکتفا کرو اور اس کے دل میں جو محبت یا بغض ہے اس کی تفتیش میں نہ پڑو۔(تفسیر کبیر۔امام رازی)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"جن عورتوں کی طرف سے ناموافقت کے آثار ظاہر ہو جائیں، پس تم اُن کو نصیحت کرو اور خواب گاہوں میں اُن سے جدا رہو اور مارو (یعنی جیسی جیسی صورت اور مصلحت پیش آوے) پس اگر وہ تمہاری تابعدار ہو جائیں تو تم بھی طلاق وغیرہ کا نام نہ لو اور تکبر نہ کرو کہ کبریائی خدا کے لئے مسلّم ہے یعنی دل میں یہ نہ کہو کہ اِس کی مجھے کیا حاجت ہے، مَیں دوسری بیوی کر سکتا ہوں۔ بلکہ تواضع سے پیش آؤ کہ تواضع خدا کو پیاری ہے۔" (آریہ دھرم۔ صفحہ ۴۵)

علامہ فخرالدین رازیؔ سورۃ الحج کی آیت ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَالْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ﴾ (الحج: ۶۳) کی تفسیر کے تحت تحریر کرتے ہیں کہ اس جگہ ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَالْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ﴾ لانے کا گزشتہ مضمون سے کیا تعلق ہے؟ پھر وہ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ﴿اَلْعَلِىُّ﴾ کے معنی "اَلْقَاهِرُ" اور "اَلْمُقْتَدِرُ" کے ہیں یعنی غالب اور ایسی قدرت رکھنے والے کے ہیں جو مغلوب نہ ہو سکے۔ یہ صفات لاکر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس بات سے متنبہ کیا ہے کہ وہ نفع نقصان پر قادر ہے۔ ان تمام معبودان باطلہ کو چھوڑتے ہوئے جن کی عبادت (نفع کی) رغبت سے کی جاتی ہے اور (نقصان کے) ڈر سے ان کے غیر کی عبادت سے رکا جاتا ہے۔ صفت کبیر کا مطلب اپنی قدرت اور غلبہ میں عظیم کے ہیں اور یہ صفت بھی کمال قدرت کے مفہوم کا فائدہ دیتی ہے۔

(رازی)

علامہ فخرالدین رازیؔ سورۃ لقمان کی آیت ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَا لْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۔ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَا لْعَلِىُّ الْكَبِيْر﴾ (لقمان: ۳۱) کی تفسیر کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَا لْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب پر فوقیت رکھتا ہے۔ اور اس کے قول ﴿هُوَا لْعَلِىُّ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی صفات میں سب سے اعلیٰ ہے اور ارشادِ الٰہی ﴿اَلْكَبِيْرُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنی ذات میں بڑا ہے۔ اور یہ بات اس چیز کے منافی ہے کہ اس کا جسم کسی جگہ پر ہو۔ کیونکہ اگر ایسا مانا جائے تو اس کے جسم کی کوئی حد ہو گی۔ اور اس طرح اس سے بڑے وجود کا فرض کرنا ممکن ہو گا۔ پس یوں وہ ایک فرض کئے گئے وجود (مفروض) سے چھوٹا قرار پائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ مطلقاً کبیر ہے یعنی جس قدر بھی تصور کیا جاسکتا ہے اس سے بھی بڑا ہے۔(رازی)

علامہ فخرالدین رازیؔ سورۃ سبا کی آیت ﴿وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ۔ حَتّٰى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَا ذَا۔ قَالَ رَبُّكُمْ ۔ قَالُوْا الْحَقَّ ۔ وَهُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ﴾ (سبا: ۲۴) کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ﴿وَهُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ﴾ میں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ تمام کاملوں

پر اپنی ذات میں اور صفات میں فوقیت رکھتا ہے اور یہ بات اس کے وجود کو جسمانی ہونے اور کسی جگہ پر موجود ہونے کو باطل قرار دیتی ہے.........اور اگر اس کا مادی وجود ہوتا تو اس کی ایک مقدار ہوتی۔ اور ہر مقدار سے ایک بڑی چیز کا فرض کرنا ممکن ہے اور وہ چیز نسبتی طور پر اپنے غیر سے بڑی ہوگی نہ کہ مطلقاً بڑی۔ جبکہ (اللہ تعالیٰ) مطلقاً کبیر (بڑا) ہے۔ (رازی)

لوقا باب ۱۸ میں حضرت مسیح ناصریؑ کا قول ہے:

"دولتمندوں کا خدا کی بادشاہی میں داخل ہونا کیسا مشکل ہے! کیونکہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا اس سے آسان ہے کہ دولتمند خدا کی بادشاہی میں داخل ہو"۔

(لوقا باب ۱۸ آیات ۲۴۔۲۵)

اب اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جو دولتمند ہے وہ ضرور جہنمی ہے۔ مراد صرف اتنی ہے کہ وہ دولتمند جو اپنی دولت کا کبر کرتا ہے وہ جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ لیکن جو دولت کے رکھنے کے باوجود انکسار سے کام لیتا ہے اور ایک دوسرے سے ہمدردی کا کام کرتا ہے وہ ایسا نہیں ہے جس کو جنت کا انکار کر دیا گیا ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

"کبر بہت بُری چیز ہے۔ ہمایوں نے ایک دفعہ اپنی فوج کا جائزہ لیا۔ فوج کی کثرت دیکھ کر کہنے لگا: اتنی کثیر التعداد فوج کو ہلاک کرتے خدا کو بھی کئی دن لگ جائیں۔ شیر شاہ پاس کھڑا تھا۔ الگ ہو گیا کہ یہ تو بے ایمان ہے۔ آخر ہمایوں پر ذلت کا وہ زمانہ آیا کہ ہند میں سر چھپانے کو جگہ نہ ملی۔ ایران چلا گیا۔ کبر کے کلمے یوں کر دیتے ہیں۔ (حقائق الفرقان۔ جلد ۲۔ صفحہ ۱۵۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"علوّ جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے۔ اور شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا تھا۔ دیکھو ہمارے نبی کریم ﷺ نے جب مکہ کو فتح کیا تو آپؐ نے اسی طرح اپنا سر جھکایا اور سجدہ کیا جس طرح ان مصائب اور مشکلات کے دنوں میں جھکاتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکہ میں آپؐ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا۔ جب آپؐ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپؐ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپؐ نے سجدہ کیا۔" (ملفوظات جلد دوم صفحہ ۴۰۴ حاشیہ۔ جدید ایڈیشن)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام بیان فرماتے ہیں:۔

"انسان جو ایک عاجز مخلوق ہے اپنے تئیں شامت اعمال سے بڑا سمجھنے لگ جاتا ہے۔ کبر اور رعونت اس میں آجاتی ہے۔ اللہ کی راہ میں جب تک انسان اپنے آپ کو سب سے چھوٹا نہ سمجھے چھٹکارا نہیں پا سکتا۔ کبیر نے سچ کہا ہے۔

بھلا ہوا ہم نیچ بھلے ہر کو کیا سلام   جے ہوتے گھر اونچ کے ملتا کہاں بھگوان

یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے ہم چھوٹے گھر میں پیدا ہوئے۔ اگر عالی خاندان میں پیدا ہوتے تو خدا نہ ملتا۔ جب لوگ اپنی اعلیٰ ذات پر فخر کرتے تو کبیر اپنی ذات بافندہ پر نظر کر کے شکر کرتا"۔

بافندہ جولاہے کو کہتے ہیں۔ کبیر جولاہا تھا۔ وہ اس بات پر شکر کرتا تھا کہ میری ذات چھوٹی سمجھی جاتی ہے۔

"پس انسان کو چاہئے کہ ہر دم اپنے آپ کو دیکھے کہ میں کیسا ہیچ ہوں۔ میری کیا ہستی ہے۔ ہر ایک انسان خواہ کتنا ہی عالی نسب ہو مگر جب وہ اپنے آپ کو دیکھے گا بہر نہج وہ کسی نہ کسی پہلو میں بشرطیکہ آنکھیں رکھتا ہو تمام کائنات سے اپنے آپ کو ضرور بالضرور نا قابل و ہیچ جان لے گا۔ انسان جب تک ایک غریب و بیکس بڑھیا کے ساتھ وہ اخلاق نہ برتے جو ایک اعلیٰ نسب عالی جاہ انسان کے ساتھ برتتا ہے یا برتنے چاہئیں اور ایک طرح کے غرور و رعونت و کبر سے اپنے آپ کو نہ بچاوے، وہ ہرگز ہرگز خدا تعالیٰ کی بادشاہت میں داخل نہیں ہو سکتا۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۱۴۔۳۱۵۔ جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے کا ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ جا رہے تھے تو پٹواری بھی ساتھ تھا۔ ایک بہت ہی بیچاری غریب بڑھیا نے آپ کا راستہ کاٹا تو پٹواری نے بڑے تکبر سے ایک طرف منہ کر لیا کہ یہ کون ہوتی ہے ہمارا راستہ کاٹنے والی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام وہیں کھڑے ہو گئے اور اس غریب کی ہر بات بڑے غور اور توجہ سے سنی یہاں تک کہ اس کی بات ختم ہو گئی اور پٹواری کو تو بہر حال ٹھہرنا ہی پڑا۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انکسار تھا کہ بوڑھی سے بوڑھی اور غریب سے غریب عورت کی بھی بات سنتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"چاہئے کہ بڑی قوم کے لوگ چھوٹی قوم کو ہنسی نہ کریں اور نہ کوئی یہ کہے کہ میرا خاندان بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم میرے پاس جو آؤ گے تو یہ سوال نہ کروں گا کہ تمہاری قوم کیا ہے بلکہ سوال یہ ہوگا کہ تمہارا عمل کیا ہے۔ اسی طرح پیغمبر خدا نے فرمایا ہے اپنی بیٹی سے کہ اے فاطمہؓ خدا تعالیٰ ذات کو نہیں پوچھے گا، اگر تم کوئی برا کام کرو گی تو خدا تعالیٰ تم سے اس واسطے درگزر نہ کرے گا کہ تم رسول کی بیٹی ہو۔" (ملفوظات جلد سوم۔ صفحہ نمبر ۳۷۰۔ جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"امارت اور دولت بھی ایک حجاب ہوتا ہے۔ امیر آدمی کو کوئی غریب سے غریب اور ادنیٰ آدمی السلام علیکم کہے تو اسے مخاطب کرنا اور وعلیکم السلام کہنا اس کو عار معلوم ہوتا ہے اور خیال گزرتا ہے کہ یہ حقیر اور ذلیل آدمی کب اس قابل ہوتا ہے کہ ہمیں مخاطب کرے۔ اسی لئے حدیث میں آیا ہے کہ غریب امیروں سے پانصد سال پیشتر جنت میں جاویں گے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس حدیث کے معانی کیا ہیں"۔

اب یہ بہت اہم ہے۔ واقعی پانچ سو سال پیشتر جانا اس کی سمجھ نہیں آتی کیا مطلب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے صاف لکھا ہے کہ اس حدیث کے معانی سمجھ نہیں آئے۔ "لیکن ہم ان الفاظ پر ایمان لاتے ہیں۔ اس کا ایک باعث یہ بھی ہے کہ غریبوں کا تزکیۂ نفس قضاو قدر نے خود ہی کیا ہوتا ہے۔" (ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ ۸۸۔ جدید ایڈیشن)

آپؑ مزید فرماتے ہیں:

"حق اللہ میں بھی امراء کو دقت پیش آتی ہے اور تکبر اور خود پسندی ان کو محروم کر دیتی ہے مثلاً نماز کے وقت ایک غریب کے پاس کھڑا ہونا برا معلوم ہوتا ہے۔ اُن کو اپنے پاس بٹھا نہیں سکتے اور اس طرح پر وہ حق اللہ سے محروم رہ جاتے ہیں کیونکہ مساجد تو دراصل بیت المساکین ہوتی ہیں۔ اور وہ ان میں جانا اپنی شان کے خلاف سمجھتے ہیں اور اسی طرح وہ حق العباد میں خاص خاص خدمتوں میں حصہ نہیں لے سکتے۔ غریب آدمی تو ہر ایک قسم کی خدمت کے لئے تیار رہتا ہے۔ وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے یہاں تک کہ اُس کو اگر نجاست پھینکنے کا موقعہ ملے تو اس میں بھی اُسے دریغ نہیں ہوتا، لیکن امراء ایسے کاموں میں ننگ و عار سمجھتے ہیں اور اس طرح پر اس سے بھی محروم رہتے ہیں۔ غرض امارت بھی بہت سی نیکیوں کے حاصل کرنے سے روک دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ مساکین پانچ سو برس اوّل جنت میں جائیں گے۔"

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶۸۔ جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"امراء میں بہت سا حصہ تکبر کا ہوتا ہے جس کی وجہ سے عبادت نہیں کر سکتے اور نہ دوسرا حصہ خلقت کی خدمت کا اُن سے ادا ہوتا ہے۔ خلقت کی خدمت کا یہ حال ہے کہ اگر کوئی غریب آدمی سلام کرتا ہے تو بھی بُرا مناتے ہیں۔ ایسا ہی عورتوں کا حال ہے کوئی چھوٹی عورت آوے تو چاہئے کہ بڑی کو سلام کرے۔ یہ دو ٹکڑے شریعت کے ہیں حق اللہ اور حق العباد۔ آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھو کہ کس قدر خدمات میں عمر کو گزارا اور حضرت علیؓ کی حالت کو دیکھو کہ اتنے پیوند لگائے کہ جگہ نہ رہی۔ حضرت ابو بکرؓ نے ایک بُڑھیا کو ہمیشہ حلوہ کھلانا وطیرہ کر رکھا تھا۔ غور کرو کہ یہ کس قدر التزام تھا۔ جب

آپ فوت ہو گئے تو اس بُڑھیا نے کہا کہ آج ابو بکرؓ فوت ہو گیا۔ اس کے پڑوسیوں نے کہا کہ کیا تجھ کو الہام ہوا یا وحی ہوئی؟ تو اُس نے کہا نہیں آج حلوا لے کر نہیں آیا اس واسطے معلوم ہوا کہ فوت ہو گیا۔ یعنی زندگی میں ممکن نہ تھا کہ کسی حالت میں بھی حلوا نہ پہنچے۔ دیکھو کس قدر خدمت تھی ایسا ہی سب کو چاہئے کہ خدمت خلق کرے۔ (ملفوظات جلد سوم صفحہ ۳۶۹۔۳۷۰۔جدید ایڈیشن)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"غرض نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ اس پہلو میں بڑی کمزوری ظاہر کی جاتی ہے۔ دوسروں کو حقیر سمجھا جاتا ہے۔ ان پر ٹھٹھے کیے جاتے ہیں۔ ان کی خبر گیری کرنا اور کسی مصیبت اور مشکل میں مدد دینا تو بڑی بات ہے۔ جو لوگ غرباء کے ساتھ اچھے سلوک سے پیش نہیں آتے بلکہ ان کو حقیر سمجھتے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ خود اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ نے جن پر فضل کیا ہے اس کی شکر گزاری یہی ہے کہ اس کی مخلوق کے ساتھ احسان اور سلوک کریں۔ اور اس خدا داد فضل پر تکبر نہ کریں اور وحشیوں کی طرح غرباء کو کچل نہ ڈالیں۔"

(ملفوظات جلد چہارم۔ صفحہ ۴۳۸۔۴۳۹۔ جدید ایڈیشن)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

"تم اُس کی جناب میں قبول نہیں ہو سکتے جب تک ظاہر و باطن ایک نہ ہو۔ بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ اُن کی تحقیر۔ اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خود نمائی سے اُن کی تذلیل۔ اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود پسندی سے اُن پر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو...... کیا ہی بد قسمت وہ شخص ہے جو اِن باتوں کو نہیں مانتا جو خدا کے منہ سے نکلیں اور مَیں نے بیان کیں۔ تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے۔ اور بد بخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا"۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹۔ صفحہ ۱۲۔۱۳)

الہام حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۱/دسمبر ۱۸۹۶ء: "جلسہ اعظم مذاہب جو لاہور...... میں ۲۶/۲۷/۲۸/دسمبر ۱۸۹۶ء کو ہوگا۔ اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور اس کی تائید سے لکھا گیا ہے......... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا۔ اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر حاضر ہوں اور اس کو اوّل سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہونگی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں خواہ وہ عیسائی ہوں، خواہ آریہ، خواہ سناتن دھرم والے یا کوئی اور۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس روز اس کی پاک کتاب کا جلوہ ظاہر ہو۔

مَیں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس ہاتھ کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نورِ ساطع نکلا جو ارد گرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا وہ بلند آواز سے بولا کہ اَللّٰہُ اَکْبَرْ۔ خَرِبَتْ خَیْبَرُ۔

اس کی تعبیر یہ ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلولِ انوار ہے۔ اور وہ نور قرآنی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذاہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کی صفات کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین میں پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے۔

پھر مَیں اس کشفی حالت سے الہام کی طرف منتقل کیا گیا اور مجھے یہ الہام ہوا "اِنَّ اللّٰہَ مَعَكَ .اِنَّ اللّٰہَ یَقُوْمُ اَیْنَمَا قُمْتَ"۔ یعنی خدا تیرے ساتھ ہے اور خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ یہ حمایت الٰہی کے لئے ایک استعارہ ہے۔

(اشتہار مورخہ ۲۱/دسمبر ۱۸۹۶ء۔ زیر عنوان "سچائی کے طالبوں کے لئے ایک عظیم الشان خوشخبری"۔ و تبلیغ رسالت جلد پنجم صفحہ ۷۷تا ۷۹۔ و تذکرہ صفحہ ۲۹۰۔۲۹۱ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ۲۷/مئی ۱۹۰۵ء کا الہام ہے:۔

"عَبْدُالْقَادِرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ. اَرٰی رِضْوَانَہٗ . اَللّٰہُ اَکْبَرُ"۔ پہلی وحی کے متعلق فرمایا کہ خدا کچھ اپنی قدرتیں میرے واسطے ظاہر کرنے والا ہے اس واسطے میرا نام عبدالقادر رکھا۔ رضوان کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کوئی فعل دنیا میں خدا کی طرف سے ایسا ظاہر ہونے والا ہے جس سے ثابت ہو جائے اور دنیا پر روشن ہو جائے کہ خدا مجھ پر راضی ہے۔ دنیا میں بھی جب بادشاہ کسی پر راضی ہوتا ہے تو فعلی رنگ میں بھی اس رضامندی کا کچھ اظہار ہوتا ہے اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی رضا پر دلالت کرنے والے افعال دیکھتا ہوں۔

مومن کو اللہ تعالیٰ کی رضا بہت پیاری ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ مومنین جب بہشت میں داخل کئے جائیں گے تو ان سے کہا جائے گا کہ اب مانگو جو کچھ مانگنا چاہتے ہو۔ تو وہ عرض کریں گے کہ اے ربّ تو ہم سے راضی ہو جا۔ جواب ملے گا اگر مَیں راضی نہ ہوتا تو تم کو بہشت میں کس طرح داخل کرتا۔ (بدر جلد ۱ نمبر ۸ مورخہ ۲۵/مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۲۔ و الحکم جلد ۹ نمبر ۱۹ مورخہ ۳۱/مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۔ وتذکرہ صفحہ ۵۵۱ مطبوعہ ۱۹۶۹ء)

......❀❀❀❀......................❀❀❀❀......